کیا کیا جائے؟

خطیب انقلاب مولانا حسن ظفر نقوی جائسی (کراچی)

ہمارا سفر طویل، صبر آزما اور تھکا دینے والا ہے! ہمارے سامنے مسائل کا انبار ہے! مہیب اور گمبھیر مسائل ۔ بظاہر ایسا لگتا ہے جیسے یہ مسائل اچانک ہی ہماری قوم پر آپڑے ہیں جس کے لیے لوگ پہلے سے تیار نہ تھے اور نہ ان حالات کا سامنا کرنے کے لیے کوئی پیشگی منصوبہ بندی کی گئی تھی۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مشکلات اور مسائل کی جڑیں کم از کم ایک صدی پیچھے پیوست نظر آتی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جب ان مسائل اور مشکلات کے بیج بوئے جارہے تھے اور استعمار بڑی ہی ہوشیاری اور چابک دستی سے ہندوستان کی سرزمین پر نہ ختم ہونے والے فتنہ وفساد کی داغ بیل ڈال رہا تھا اور بنیادیں مضبوط کررہا تھا اسی وقت سے اس فتنہ وفساد کی جڑیں کاٹنے کے لیے منصوبہ بندی ہونا چاہیے تھی مگر لاشعوری طور پر مذہبی قوتیں سامراجی عزائم کو کامیاب کرنے کا باعث بنتی چلی گئیں۔

سامراج تقسیم در تقسیم کے اصول پر عمل پیرا رہا اور یہ عمل صرف سرحدوں کی تقسیم پر نہیں رکا بلکہ تقسیم شدہ زمینوں میں علاقائیت، لسانیت اور فرقہ واریت کے روپ میں پروان چڑھتا رہا اور آج ایک مضبوط اور تناور درخت کی صورت میں اس خطے پر اپنے منحوس اور شیطانی سائے کی ظلمتیں پھیلاتا چلا جارہا ہے اور اس سرزمین کا کوئی بھی گلی کوچہ ایسا نہیں ہے جہاں اس شجر خبیثہ کی کوئی شاخ سایہ فگن نہ ہو اور اسے اپنے آسیب سے متاثر نہ کررہی ہو۔

موجودہ حالات نے فکر وعمل کی صلاحیتوں کو سلب کرلیا ہے، بدترین حالات اتنی مہلت ہی نہیں دے رہے کہ ملت کو اس بحران سے نکالنے کے لیے منصوبہ بندی کی جائے جو کام بھی کیا جارہا ہے وہ ایڈ ہاک اور عبوری بنیادوں پر کیا جارہا ہے، لہٰذا مستقل و پائیدار نتیجے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہمیں کچھ دیر کے لئے اپنے دل و دماغ کو یکجا و یکسو کرنا ہوگا، کچھ وقت کے لئے حالات کی دلدل اور خوش فہمیوں کی جنت سے اپنے آپ کو باہر نکالنا ہوگا، عبوری فیصلے کرنے کے بجائے بڑے صبر وتحمل سے از سرنو اپنی صفیں درست کرنی ہوں گی بلکہ یہ مان کر کہ صفیں ہیں ہی نہیں اپنے سامنے ایک صفر لگانا ہوگا۔ یہ بڑا صبر آزما مرحلہ ہے صبح وشام بدلتے حالات ہمیں مسائل میں کود جانے کے لیے پکاریں گے، لوگوں کی فریادیں ہمیں اپنی طرف متوجہ کریں گی، لیکن ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم نہ صرف یہ کہ ایک منتشر معاشرے کی کوئی مدد نہیں کرسکتے بلکہ ان حالات میں کود کر کچھ کرسکنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوسکتے ہیں!!

اس کی تشریح کی ضرورت ہے۔ قومیں چند سالوں میں بنتی یا بگڑتی نہیں ہیں۔ تاریخ اقوام یہی بتاتی ہے کہ یہ

صدیوں کا عمل ہے۔سینکڑوں سال ظلم وستم کی چکی میں پسنے والی قوم بالآخر survive کرتی ہےاور آخر کار ایک قوت کی صورت میں ابھرتی ہے۔صدیوں تک دنیا کے بڑے بڑے حصے پر حکمرانی کرنے والی قومیں آخر کار تاریخ کے پہیے میں آکر زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔کسی خاص قوم کی مثال دینے کی ضرورت نہیں تاریخ کے صفحات پر بے شمار مثالیں ثبت ہیں۔

ہمارے ایک گروہ کو بالآخر یہ ذمہ داری لینا پڑے گی کہ وہ بظاہر اپنے اوپر بے حسی طاری کر لے اور کسی بھی طرح حالات کے موجودہ دھارے سے اپنے آپ کو باہر نکالے اور اپنے لئے ایک پناہ گاہ تلاش کر لے۔ یہ پناہ گاہ اپنی جانیں بچانے کیلئے نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے ''غارحرا'' کا کام دے۔

ایسی ہی ایک پناہ سب سے پہلے عبدالمطلبؑ نے فتنہ وفساد سے دوری اختیار کر کے حاصل کی اور اس فکری پناہ گاہ میں برسوں تک اپنی قوم کی حالت پر کف افسوس ملنے کے ساتھ ساتھ دل ودماغ کے دریچے کھول کر قوم کے مستقبل کے بارے میں سوچتے رہتے تھے۔یہ فکر عبدالمطلبؑ صرف غار تک محدود نہ رہی بلکہ جب یہ غار سے باہر نکلی تو عبدالمطلبؑ اپنے بیٹوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا تربیت یافتہ گروہ تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے جو آنے والے کل میں ابوطالبؑ، عباسؓ،حمزہؓ اور ان کی اولادوں کی صورت میں نقیب انقلاب کو قوت فراہم کریں گے اور برسوں پر محیط عبدالمطلبؑ اور ابوطالبؑ کی زحمتیں رنگ لا کر رہیں گی اور جب وہ منجی بشریتؐ فتنہ وفساد کے شجر خبیثہ کی جڑوں پر حملہ کرے گا تو پروردگار اسے حیدر کرارؑ کی شکل میں اپنے ضیغم کی نعمت عطا کرے گا۔

اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود کچھ اقدامات کیے جائیں۔ پہلے خود اپنے حالات بدلنے کے لیے قدم بڑھائے جائیں۔لیکن از حد ضروری ہے کہ یہ غور وفکر کرنے والا گروہ، غار حرا تلاش کرنے والا گروہ مخلوق خدا کی محبت سے سرشار ہو، خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہو عشق رسولؐ میں ڈوبا ہوا ہو اور میخانۂ کربلا کا جام پیے ہوئے ہو جس کا کبھی نہ اترنے والا خمار اسے جادۂ حق پر گامزن رکھنے کے لئے ضروری ہے۔

ایسے افراد کی تلاش اور انہیں یکجا کرنا مشکل ترین مرحلہ ہے مگر ناممکن نہیں ہے۔ایسے افراد کسی خاص طبقے میں نہیں بلکہ ہر طبقے میں موجود ہیں اور ان کا ہر طبقے میں نفوذ ضروری ہے۔ تلخ ماضی یہ بتاتا ہے کہ مختلف طبقات کو نظر انداز کرنے کے بھیانک نتائج سامنے آئے۔

دانشور طبقہ کسی بھی قوم کے ارتقا میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ادیب ،شاعر،طبیب، قانون داں، معلم، فلسفی وغیرہ یہ سب مل کر کسی معاشرے اور قوم کی تشکیل اور ترقی میں اہم ترین کردار ادا کرتے ہیں۔لیکن ذرا گزشتہ نصف صدی پر نظر ڈالیے تو آپ کو نظر آئے گا کہ ان کی فکری صلاحیتوں کو ملت کی تعمیر کے بجائے سربراہان وقت کی خدمات کے لئے وقف کر دیا گیا اور جو اپنے ضمیر کا سودا کرنے پر تیار نہ ہو اس کی آواز اس کے گلے ہی میں گھونٹ

دی گئی یا اتنی نحیف کر دی گئی کہ خود اسے بھی اپنی آواز اجنبی محسوس ہونے لگی۔

آغاز کیسے کیا جائے؟

مسائل کی نشاندہی بہت آسان مگر ان کا قابل عمل حل پیش کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ جب تک ہم مسائل کی جڑ کو نہ تلاش کر لیں ہم ان پر قابو پانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب تک اپنے دشمن کی شناخت حاصل نہ کر لیں اسے شکست دینے کا خیال بھی احمقانہ ہے۔ ہمارا اصل دشمن وہ نہیں ہوتا جو ہم پر گولی چلاتا ہے یا ہماری بستیوں کو تاراج کرتا ہے بلکہ اصل دشمن وہ ہوتا ہے جو اس سے گولی چلوا رہا ہوتا ہے اور آگ لگوا رہا ہوتا ہے۔

دشمن کی شناخت:-

بس جد و جہد کی راہ پر قدم بڑھانے سے پہلے ہمارے لئے دشمن کو پہچاننا اور اس کے متعلق تمام معلومات کا حاصل کرنا ضروری ہے، درپیش حالات میں انسانیت کو جہنم کی طرف ڈھکیلنے والے شیطان کے یہ آلہ کار تہہ در تہہ پردوں اور نقابوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔ ہمارے معاشرے کو جہنم کے دہانے تک پہنچانے کے لئے سامراج نے کچھ عفریتوں کو ہم پر مسلط کیا اور ظلم تو یہ ہے کہ ان سانپوں بلکہ اژدہوں کو ہمارے ہی ہاتھوں دودھ پلوایا اور بظاہر ہم خود ہی ان کے طاقتور اور آگ برسانے والے اژدہا بنانے کا موجب بنے۔

پہلا عفریت: فرعونیت کے وارث جاگیردار، جو زمین پر ربوبیت کے دعویدار بن کر اپنے آپ کو انسانیت کے دائرے سے خارج کرنا اور انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا اپنا حق سمجھتے ہیں، زمین جتنا بھی سونا اگلے وہ ان کی ملکیت اور ان کے شہزادوں اور شہزادیوں کے روز و شب کو رنگین تر بنانے کے لئے یا پھر ایوان اقتدار کی غلام گردشوں کو صاف رکھنے کے لئے وقف ہے تاکہ ان کی جاگیروں پر رینگنے والے کیڑے مکوڑوں پر جن کے خون پسینے سے یہ زمین سونا اگلتی ہے اپنے رعب و جلال کا سکہ بٹھایا جا سکے اور جب یہ فرعون اعلان کریں کہ ''انا ربکم الاعلیٰ'' تو یہ کیڑے مکوڑے نما مخلوق ان کے سامنے سجدے میں چلی جائے۔

یہ جاگیر دار دراصل سامراج کی غلامی کے صلے میں حاصل کی ہوئی جاگیروں کے مالک ہی نہیں بلکہ اس کے تمام شیطانی ہتھکنڈوں کے وارث بھی ہیں۔ یقیناً ان میں کچھ افراد اپنے ہی سسٹم کے باغی ہوتے ہیں مگر یا تو وہ گمنامی میں زندگی بسر کر دیتے ہیں یا پھر اپنے ہی خاندان کے افراد کے ہاتھوں موت کی نیند سلا دیئے جاتے ہیں کیونکہ اپنی جاگیرداری کی حفاظت کرنے والے اپنے سسٹم کے لئے کوئی خطرہ برداشت نہیں کر سکتے، چاہے وہ خونی رشتہ ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرا عفریت: ہامانی بیوروکریسی جو اللہ کی مخلوق پر فرعونوں کو مسلط کرنے کی ذمہ دار ہے۔ فرعون بدلتے رہتے ہیں مگر یہ اپنی جگہ مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ انہیں اپنے آپ کو مضبوط رکھنے کا فن آتا ہے۔ حکمرانوں کے لئے زندہ باد اور ان کی مخالفت کرنے والوں کے لئے مردہ باد کے نعرے لگانے والے سادہ عوام یہ نہیں جانتے کہ عوام کا خون

چوسنے والی عفریت دراصل بیوکریسی ہے جو حکمرانوں کو یہ باور کراتی ہے کہ ان سے زیادہ حکومت کا وفادار کوئی نہیں ہے اسی خونخوار بیوکریسی کی سامراج نواز پالیسیوں پر حکمران عملدرآمد کرتے ہوئے بے چارے اور بے کس عوام پر قہر ڈھاتے ہیں۔ دوسری طرف یہ بیوروکریٹس عوام کے سامنے مظلوم بن جاتے ہیں کہ وہ قصوروار نہیں ہیں بلکہ وہ تو حکمرانوں کے احکام کا اجرا کر رہے ہیں۔

کرپشن پھیلانے میں سب سے زیادہ ہاتھ اسی بیوروکریسی کا ہوتا ہے۔ غیر ملکی قرضے لینے اور ہڑپ کرنے کے یہ ماہر افراد جب تک حکمران طبقے میں کرپشن پیدا نہ کر دیں اس وقت تک یہ خود اپنے خزانوں میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے پہلے یہ خود حکمران خاندان اور وزیروں مشیروں کو کرپشن کے راستے سُجھاتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کی چند وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو وہ شیطانی نظام ہے جو سامراج ہمارے سر تھوپ گیا ہے۔ اس نظام میں بیوروکریسی ان ہی کی تربیت یافتہ، ان ہی کے خطوط پر تربیت حاصل کرنے والی ہے جو اپنی سرزمین اور اور اپنی قوم سے زیادہ اپنا ناطہ انگریزوں سے جوڑنے کو فخر جانتی ہے، ان کا رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا، بچوں کی انگریزی آیاؤں کی گود میں تربیت، چھٹیاں یورپ کے حسین ساحلوں پر گزارنا، مصیبت میں ملک چھوڑ کر فرار ہونے کے لئے ہر وقت پر تولے تیار رہنا ہے۔ دوسری وجہ بے دینی ہے یہ ان کی تربیت کا خاصہ ہے کہ ان کا کوئی دین نہیں ہوتا، ان کا دین، مذہب، عقیدہ سب ان کی کرسی اور ان کا مفاد ہوتا ہے اسی لئے یہ اپنے ملک کے بجائے استعماری طاقتوں کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ اپنے عوام کا خون پانی کی طرح بہہ جائے ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اگر ان کے آقاؤں کی مثلاً امریکہ یا برطانیہ کے سفارت خانوں یا ان کے ملازمین کو کوئی چھوٹی دھمکی بھی دی جائے تو پھر آپ ان کی فکرمندی اور پریشانی دیکھئے۔ اصل میں یہ ان ہی ملکوں کے سفارت خانوں کے وفادار اور نمک خوار ہیں۔

یقیناً ان میں استثنائی افراد مل جائیں گے جو نہایت خلوص اور جذبہ خدمت کے ساتھ اور اس نظام کو بدل دینے کی آرزو کے ساتھ تربیت حاصل کر کے اس سسٹم میں داخل ہوتے ہیں لیکن انہیں جلد ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس شیطانی چکر میں آچکے ہیں۔ مگر ایسے مخلص افراد کی تعداد اتنی ہوگی جتنی پولیس کے محکمے میں ایماندار افراد کی بلکہ شاید پولیس میں زیادہ فرض شناس افراد مل جائیں گے مگر بیوروکریسی جو تہہ در تہہ پردوں میں چھپ کر کام کرتی ہے انمیں یہ تعداد شاید اس سے بھی کم ہو۔

تیسرا عفریت:- جرائم پیشہ سیاست دان:

اسمگلروں، چوروں، ڈاکوؤں، قاتلوں اور لٹیرے سرمایہ داروں کی بہترین پناہ گاہ سیاسی جماعتیں ہیں۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ یہ جرائم پیشہ افراد سیاسی افراد اور سیاسی جماعتوں کو فنڈز فراہم کرتے تھے تاکہ برے وقت میں یہ سیاسی جماعتیں ان کی سرپستی کریں یا برسر اقتدار آکر انہیں لوٹ مار کرنے میں مزید مراعات فراہم کریں مگر اب

یہ سارے جرائم پیشہ افراد خود ہی سیاستدانوں کے روپ میں آ کر سیاسی جماعتوں میں شمولیت یا نئی سیاسی جماعتوں کی تشکیل کے ذریعے اپنے مجرمانہ کاروبار کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ اسکی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں، ہیروئن کا کاروبار ہو یا اسلحہ کا ٹیکس چوری اور کسٹم ڈیوٹی بچانے کا مسئلہ ہو یا بینکوں کا قرضہ ہڑپ کرنے کا، ایجنسیوں کے حصول کا مسئلہ ہو یا بڑے بڑے ٹھیکوں کا، سب جگہ ان کا راج ہے اور پورے ملک میں ہر شعبے میں ان کا شیطانی رقص جاری ہے۔

وقتی طور پر ہی سہی لیکن جب ایک چوروں کا ٹولہ جاتا ہے اور دسرا چوروں کا گروہ اس کی جگہ سنبھال لیتا ہے تو پچھلے والوں کے کارنامے ضرور سامنے آتے ہیں اور کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ سارے چور کسی مشترکہ مفاد پر ہم آواز ہو جاتے ہیں۔

یہاں بھی کچھ مخلص اور شریف افراد کو استثنائی گروہ میں شامل کرنا پڑے گا مگر اس شیطانی نظام میں ان سے کسی معجزے کی توقع فضول ہے۔

چوتھا عفریت :- اسلام سے نا آشنا اسلام کے ٹھیکیدار مُلّا:

جہاں تاریخ اسلام وارثان انبیا یعنی علمائے حق کی قربانیوں سے پر ہے اور ان کے پاک خون سے منور ہے وہیں ہر دور میں علماء کا لبادہ اوڑھ کر اسلام پر شب خون مارنے والے نام نہاد ملاؤں کا بھی بڑا ہاتھ ہے جو کسی خاص مکتب کے نہیں بلکہ ہر مکتب فکر میں موجود رہے ہیں اور اس تحریر میں میرا اشارہ انہیں دین فروشوں کی طرف ہے نہ کہ ان علمائے حق کی طرف کہ جو اسلام کی پیشانی کا جگمگاتا ہوا جھومر ہیں اور جن کے قلم کی روشنائی شہداء کے خون سے افضل ہے لیکن ان دوسری قسم کے نام نہاد ملاؤں کے خلاف بھی بات کرنا، ان کے خلاف قلم اٹھانا، ان کے مکروہ چہرے سے نقاب اٹھانا، کاسۂ سر اپنے ہاتھ میں اٹھانے کے مترادف ہے اگر لوگوں کے سامنے ان کا حقیقی روپ پیش کرنے کے عوض سر دینا پڑتا ہے تو سودا مہنگا نہیں ہے۔ ان جعلی ملاؤں میں اور قرآن کریم میں پیش کئے جانے والے یہود و نصاریٰ کے احبار اور رہبانیوں میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ بھی آیات الٰہی کا سودا بڑے سستے داموں میں کرتے ہیں۔ دین کی طرف مڑنے کے بجائے دین کو اپنی جانب موڑتے ہیں یہ جس اسلام کے دعویدار ہیں اس میں سلامتی ہی نہیں ہے باقی سب کچھ ہے۔

یہ جو اسلام دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں اس کا پیغمبر ختمی مرتبتؐ کے اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے اسلام پھیلایا یہ مسلک پھیلاتے ہیں، منجی بشریتؐ نے جاہل، متعصب اور وحشی لوگوں کو انسان بنایا اور یہ انسانوں کو واپس جہالت، تعصب اور وحشت و بربریت کے راستے پر لئے جا رہے ہیں، رسولؐ بدترین دشمنوں پر بھی قابو پانے کے بعد روز فتح مکہ شہر میں رحمت اور شفقت بن کر داخل ہوتا ہے، یہ جہاں جاتے ہیں خونریزی اور تاراجی کی داستانیں رقم کرتے ہیں۔ رسول عربیؐ نے مساجد کو فلاح کی دعوت دینے کے لئے تعمیر کرایا، یہ قتل و غارت گری کی دعوت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ اپنے مذہبی مقام کو

معاشرے میں محبت کی شیرینی پھیلانے کے بجائے زہر پھیلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ وہ زہریلے انسان ہیں جن سے سانپ اور بچھو بھی پناہ مانگتے ہیں۔ لوگوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کا درس دینے والے یہ لوگ خود مادہ پرستی اور خواہشات نفسانی کی پیروی میں سب لوگوں سے آگے ہیں۔

مساجد پر قبضے کا مسئلہ ہو یا مدارس کی آڑ میں زمین گھیرنے کا معاملہ یہ ان جرائم پیشہ سیاستدانوں سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں۔ کیونکہ سیاستدان جو کچھ کرتے ہیں دین کی آڑ میں نہیں کرتے مگر یہ دین کے ٹھیکیدار وہی سارے کام دین کا لبادہ اوڑھ کر انجام دیتے ہیں اور عوام الناس کو علمائے باعمل سے بھی بدظن کر دیتے ہیں۔

لوگوں کو خمس و زکوٰۃ کے معاملے میں خدا سے ڈرانے والے یہ لوگ کتنی آزادی سے خمس و زکوٰۃ ہڑپ کر جاتے ہیں وہ ان کے اور ان کی اولادوں کے طرز زندگی سے ظاہر ہے۔ سرمایہ داروں کے لئے مسند بچھاتے ہیں، جاگیرداروں کے خوشامدی اور چاپلوسی، سیٹھوں کے سامنے سراپا التجا اور اگر کوئی ضرورت مند، مسکین محتاج بھولے سے ان کے در پر چلا جائے تو پھر دیکھئے اس غریب کی کتنی توہین ہوتی ہے۔

یہی مادی خواہشات انہیں شیطانی طاقتوں کا آلہ کار بنا دیتی ہیں۔ مدارس کی مالی امداد کی آڑ میں یہ قوتیں ان میں نفوذ پیدا کرتی ہیں یہ مال کی چکاچوند سے اندھے ہو کر اپنے دین وضمیر دونوں کا سودا کر لیتے ہیں، مال دینے والوں کے آلہ کار بن جاتے ہیں اور انسانی بستیوں کی بربادی کے لئے خون آشام بھیڑیئے بن جاتے ہیں۔ اور ایسے میں لوگوں کو تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ صحیح اور غلط علماء کو کیسے پہچانیں؟

ہمارے مکتب میں تو خدا کا شکر ہے کہ صورت حال بہت بہتر ہے مگر دوسری جگہوں پر تو یہ عالم ہے کہ افلاس زدہ، بھوک وغربت کے ستائے ہوئے ماں باپ اپنے جگر کے ٹکڑے ان کے حوالے کر دیتے ہیں کہ کم از کم بھوکے تو نہیں مریں گے۔ معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے یہ بچے خیرات اور صدقات کے مال پر پروان چڑھنے والے یہی معصوم بچے جب ہر جمعرات اپنے ٹھیکیدار، مدرسے کے مالک ملا کے حکم پر محلے کے گھر گھر جا کر کھانا مانگ رہے ہوتے ہیں تو اس وقت سے ان کے ذہن میں اس معاشرے سے انتقام لینے کا لاوا پکنا شروع ہو جاتا ہے۔ (یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ بین الاقوامی میڈیا نے بھی ان کی یہی منظر کشی کی ہے)

احساس کمتری کے شکار یہ معصوم بچے یکا یک وحشی درندوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور جن دروازوں پر انہیں ایک ایک وقت کی روٹی کے لئے جانا پڑتا تھا، ان دروازوں میں جنازے رکھوا دیتے ہیں، ان گھروں میں صف ماتم بچھوا دیتے ہیں۔ (خدا کا شکر ہے کہ ہمارے مدارس کم از کم اس معاملے میں دوسرے مکاتیب سے بہت اچھے ہیں)

یاد رہے کہ میں ہر مکتب کے اسلام نا آشنا ملاؤں کی بات کر رہا ہوں ان علماء کی بات نہیں کر رہا ہوں جو دوسروں کا خون بہانے کے بجائے اپنے ہی خون جگر کو روشنائی بنا کر اسلام کی تاریخ درج کرتے ہیں اور ہر دور میں سامراج اور اس کے گماشتوں کے لئے چیلنج بن جاتے ہیں،

نہ دین کا سودا کرتے ہیں نہ ضمیر کا، جنہوں نے جوانوں کو اپنے مقاصد کی بھینٹ چڑھانے کے بجائے خود سولی پر چڑھنا گوارا کرلیا۔

گزشتہ ایک صدی کا ہی مطالعہ کریں گے تو آپ کو جمال الدین افغانی سے لے کر لبنان کے عباس موسوی تک مبارز علماء کی ایک طویل فہرست مل جائے گی جو اپنی صلیب اپنے کاندھوں پر اٹھائے اٹھائے آخری سانس تک سامراج کا مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن ان مجاہد علماء کو بھی ان کے مقاصد حاصل کرنے کے دوران ان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے سے روکنے میں جہاں سامراجی طاقتوں کا ہاتھ تھا۔ وہیں ان اسلام نا آشنا اور فرقہ پرست ملاؤں کا بھی ہاتھ تھا۔ جو سامراج کو بھی ظل الہٰی قرار دینے سے نہیں چوکتے اور انہیں اولی الامر قرار دے کر ان کی اطاعت کو واجب گردانتے تھے۔ تاریخ ہند کے مطالعے کے دوران آپ کو کچھ مکاتب کے علماء کے ایسے فتوے مل جائیں گے جن میں انہوں نے برطانوی سامراج کے خلاف قیام کو حرام قرار دیا تھا۔

اگر عارف حسینیؒ اور ان کے مثل علماء نے جام شہادت نوش کیا تو اس لئے کہ اسلام نا آشنا ملاؤں کی ایک بڑی تعداد نے اپنے عمل کے ذریعے استعمار اور اس کے آلہ کاروں کو یقین دلا دیا تھا کہ ہم عارف حسینیؒ کی میراث کو اس طرح لوٹیں گے کہ آئندہ طویل عرصے تک عارف حسینیوں کا راستہ بند ہوجائے گا۔

جوانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے لئے نمونۂ عمل عارف حسینی اور ان کے جیسے علماء ہونے چاہئیں۔ انہیں فرقہ واریت پھیلانے والے کچھ دین فروش اور ضمیر فروش ملاؤں کی حرکتوں سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دنیا پرستوں کا وہ ٹولہ ہے جو دین کے مقدس لباس کی آڑ میں اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کررہا ہے اور اس فعل پر بہت خوش ہے کہ کس طرح لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہا ہے۔ مقدس اور متبرک ناموں پر ''سپاہ'' اور ''جیش'' ترتیب دیئے جارہے ہیں تاکہ اسلام کے نام پر ہی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جائے۔

بقیہ امام حسین علیہ السلام۔۔۔

یہودی، نصرانی نہیں کہہ سکتا کہ حسین نے ان کے اصول و آئین کی پوری پوری نمائندگی نہیں کی۔ اسی لئے اس شہادت عظمیٰ پر نبیوں نے خود ماتم کیا اور امتوں کو ماتم کا حکم دیا۔ (دیکھو ہماری کتاب نبیوں کا ماتم) اس موقع پر صرف یرمیاہ نبی (باب ۴۶ آیت ۱۰) کی پیشین گوئی سن لو۔

''کیونکہ خدا رب الافواج کے لئے اتر کی سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ مقرر ہوا ہے۔''

حسین کے سوا فرات کے کنارے کون ذبیحہ خدا کی راہ میں گزرا۔ اسی جرم پر جو اہل دنیا کی نظر میں جرم تھا۔ یعنی حکومتوں نے جو اپنے لئے خدائی اختیارات سمجھ لئے تھے اس کی مزاحمت کرتے تھے اور حیوانیت مٹا کر انسانیت کی رہبری کرتے تھے۔